An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

April-June, 2025, Volume:05, Issue:02 Pages:27-36

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

HEC "Y" Category HJRS HEC Journal Recognition System

دینی تکثیریت وتکریم انسانیت (قرآن اور بائبل کی آیات کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ)

RELIGIOUS PLURALISM AND HUMAN DIGNITY (A RESEARCH ANALYSIS IN THE LIGHT OF QURANIC AND BIBLICAL VERSES)

***Professor Dr Sajjad Ali Raeesi[1], Professor Dr Zahid Ali Zahidi[2].**

[1] Postdoctoral Fellow, Sindh Higher Education Commission, Sindh, Pakistan.

[2] Postdoctoral Supervisor (Dean, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi, Karachi, Sindh, Pakistan).

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	March 24, 2025
Revised:	April 13, 2025
Accepted:	April 18, 2025
Available Online:	April 22, 2025

Keywords:

Religious Pluralism
Human Dignity
Salvation after Death
Quranic Verses
Biblical Verses

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

Religious pluralism is not a clear and definitive concept but, rather, manifests in various meanings and forms in contemporary times. Each interpretation of religious pluralism is tied to its own historical context and explanation. In its ancient conceptions, religious pluralism included the idea that followers of different religions identified common beliefs and used them as a basis for unity, avoiding disputes over differences. This idea aligns with the Quranic concept of "Wahdat al-Adyan" (Unity of Religions), which establishes that all divine religions are rooted in one fundamental truth: the oneness of Allah. In the context of Christianity, if religious harmony and pluralism are analyzed, the Bible contains numerous verses that teach respect and honor for humanity without discrimination. These verses advocate for religious freedom, harmony, and the dignity of human beings, which form the foundation of religious pluralism. Both Islam and Christianity endorse this concept. For instance, the Quranic verse, "For you is your religion, and for me is my religion" and the biblical teachings on human dignity and religious freedom reinforce this notion. Despite religious differences, providing equal freedom and opportunities to all individuals under a social or governmental system represents the practical application of religious pluralism. This concept plays a vital role in fostering global peace, tolerance, and harmony among different religions.

***Corresponding Author's Email:** sajjad.ali@salu.edu.pk

دینی تکثیریت کا مفہوم اور تاریخ کا مختصر جائزہ

پلورالزم (Pluralism) انگریزی لفظ "Plural" سے ماخوذ ہے۔ جس کے اردو میں ترجمہ "کثرتیت، تکثیرتیت، کثرت گراہی یا تعدد" کیے جاسکتے ہیں اور اگر پلورالیزم کی اصطلاح کو دین یا مذہب کے ساتھ ملاکر "دینی پلورالیزم" پڑھا جائے تو اس کا اردو ترجمہ "مذہبی یا دینی تکثیریت، دینی کثرتیت، دینی کثرت گراہی اور تعدد ادیان" کیا جاسکتا ہے۔ تاہم ان تمام معانی میں سے سب سے معقول معنی دینی تکثیریت ہے یہی وجہ ہے کہ مقالہ ہذا میں دیگر اصطلاحات کے بجائے اسی اصطلاح کو اختیار کیا گیا ہے۔

اہل لغت نے دینی تکثیریت کے مختلف معانی ومفاہیم بیان کئے ہیں۔ آکسفورڈ ڈکشنری نے اس کا مفہوم مذہبی اعتبار سے ایک سوسائٹی میں مختلف العقیدہ لوگ رہتے ہوں اور ان کے درمیان مذہبی تفریق کے باوجود ہم آہنگی پائی جاتی ہو اسے دینی تکثیریت کہا جاتا ہے۔

The existence of different types of people, who have different beliefs and opinions, within the same society[1]

لہذا دینی تکثیریت کے تکثیریت پسندوں نے مختلف مفاہیم بیان کئے ہیں۔ جیسے کہ مذہبی رواداری، مذہبی ہم آہنگی، مذہبی بقائے باہمی، مذہبی صبر و تحمل، مذہبی مکالمہ، متلاشی حق، حقیقت مطلقہ وغیرہ۔ ان تمام مفاہیم میں اہل ادیان میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے البتہ دینی تکثیریت کا ایک مفہوم دور حاضر میں بہت زیادہ بیان ہوتا ہے جس کے مطابق تمام مذاہب کو مبنی برحق قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وہ مفہوم ہے جو اہل ادیان بالخصوص عیسائیت اور اسلام کے نزدیک بہت زیادہ متنازع ہے اور اسی پر سب سے زیادہ بحث ومباحثہ ہوتا ہے۔

دینی تکثیریت کے قائلین کی رائے ہے کہ تمام مذاہب ایک ہی حقیقت مطلقہ کے مختلف مظاہر ہیں اور مختلف ادیان اسی ایک حقیقت (Ultimate Reality) کی مختلف شکلیں ہیں۔

اس لئے کسی ایک مذہب کو مبنی بر حق قرار دینا درست نہیں ہے۔ دور حاضر میں دینی تکثیریت کے مشہور اور معروف فلسفی جان ہیک نے اپنی کتاب An Interpretation of Religion میں اسی مفہوم کو واضح کیا ہے کہ تمام بڑے الہامی مذاہب سب کے سب مبنی بر حق ہیں کسی ایک مذہب کو سچا ماننا اور تسلیم کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب باطل ہیں۔

> The belief that different religions represent different human perceptions of the one divine reality, filtered through the various cultural and historical contexts in which they arose[2]

آکسفورڈ ڈکشنری نے بھی دینی تکثیریت کا تقریباً یہی مفہوم لکھا ہے۔

> The view that different, or even contradictory, forms of religious belief and behavior could or even should coexist.[3]

صرف جان ہیک نہیں بلکہ ان کی طرح دور جدید کے اکثر دینی تکثیریت پسندوں کی یہی رائے ہے کہ کسی ایک مذہب کو کلی سچ و حق کا مصداق قرار نہ دیا جائے بلکہ حق و سچ ایک ہے اور اسی حق کی طرف ہر مذہب گامزن ہے۔ جیسے کہ بھارت کے مشہور دینی تکثیریت پسند فلسفی "ردھاکرشنن" لکھتے ہیں۔

> Truth is one, but the sages call it by different names. Religions are but different paths leading to the same goal. Every religion is true, as it is a different interpretation of the one Ultimate Reality.[4]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دینی تکثیریت (Religious Pluralism) سے مراد مختلف مذاہب کے عقائد، اعمال اور روایات کے تنوع کو تسلیم کرنا ہے۔ قطع نظر کہ یہ نظریہ اہل ادیان کے نزدیک بہت متنازع ہے اور اہل ادیان اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن دوسری طرف یہ حقیقت ہے کہ اس نظریہ نے تمام مذاہب کے مابین بقاہی باہمی اور ہم آہنگی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

دینی تکثیریت کی اصطلاح کب اور کیسے استعمال میں آئی۔ اس پر کوئی حتمی رائے نہیں پائی جاتی ہے اور نہ ہی دینی تکثیریت کی تاریخ پر ابھی تک کوئی خاص تحقیق ہوئی ہے۔ البتہ بعض ویب سائٹس میں اس کی تاریخ کے بارے میں معلومات موجود ہیں۔ جس کے مطابق یہ اصطلاح ایک صدی پہلے سن 1818ء میں عیسائی مشنری نے استعمال کیا ہے۔

> 1818, as a term in church administration, from plural (q.v.) + -ism. Attested from 1882 as a term in philosophy for a theory which recognizes more than one ultimate principle. In political science, attested from 1919 (in Harold J. Laski) in sense "theory which opposes monolithic state power." Gen. Sense of "toleration of diversity within a society or state" is from 1933.[5]

اس اصطلاح کا باضابطہ استعمال بیسوی صدی کے اوائل میں ہونے لگا جب مغربی دنیا میں مذہبی تنوع میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور کلیسا اور دیگر افکار میں کافی تضادات پیدا ہونے لگے۔ کلیسا کی اجارہ داری اور اکائیت سے بغاوت میں جہاں مذہبی سیکولرازم کا نظریہ معرض وجود میں آیا اسی کے ساتھ دینی تکثیریت کے نظریہ نے بھی جنم لیا ہے۔ اس لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ دینی تکثیریت چرچ کی اجارہ داری کے خلاف ایک متبادل مذہبی نظریہ ہے جس کے مطابق صرف کلیسا کو حق و سچ کا مصداق قرار نہیں دیا جاسکتا ہے بلکہ دیگر مذاہب بھی حق و سچ پر مبنی ہے۔

> فالليبرالية تمثل استجابة سياسية بصفة خاصة لظروف المجتمع الأوروبي المسيحي التعددي مذهبا وفرقا دون غيره. واستمر هذا النمط على معناه قاصرا على المجتمع المسيحي الأوروبي وحده، ولم يمتد إلى أي مجتمع آخر إلا في القرن العشرين. ويتضح من هذه الخلفية أن نظرية التعددية الدينية هي نتيجة محاولة لوضع أساس نظري في العقيدة المسيحية للتسامح بين المذاهب الموجودة فيها وتجاه الأديان الأخرى. وهي بذلك تمثل عنصرا من عناصر حركة التجديد الديني أو الليبرالي في المسيحية.[6]

> "لبرل ازم خاص طور پر یورپی عیسائی معاشرے کے کثرت پسند مذہبی اور فرقہ وارانہ حالات کے لیے ایک سیاسی رد عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ طرزِ فکر اپنے معنی میں صرف یورپی عیسائی معاشرے تک محدود رہا اور بیسویں صدی تک کسی دوسرے معاشرے میں منتقل نہیں ہوا۔ اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ مذہبی تکثیریت (Pluralism) کا نظریہ دراصل عیسائی عقیدے میں موجود مختلف فرقوں کے درمیان اور دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری کے لیے ایک نظریاتی بنیاد فراہم کرنے کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس لحاظ سے، یہ عیسائیت میں مذہبی یا لبرل تجدیدی تحریک کے عناصر میں سے ایک عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔"[7]

اس نظریہ کو نصف صدی کے بعد کے بعض فلسفیوں نے تقویت دی جن میں قابل ذکر جان ہیک ہے جنہوں نے اپنی متعدد کتب بالخصوص An Interpretation of Religion میں اس اصطلاح کی ایک مخصوص تعبیر اور تشریح پیش کی۔ جس کے مطابق کسی ایک مذہب کو حق و سچ کا منبع قرار نہیں دیا جاسکتا ہے بلکہ تمام مذاہب بالخصوص الہامی مذاہب (یہودیت، عیسائیت اور اسلام) سب کے سب اپنے وجود میں سراپا حق و سچ ہیں اس لئے حقیقت (خدا) تک پہنچنے کا کوئی ایک راستہ نہیں بلکہ متعدد راستے ہوسکتے ہیں۔ جان ہیک کے بعد "پال ایف نائٹر" نے اس سے ملتا جلتا نظریہ پیش کیا کہ خدا کو کسی ایک مذہب تک محدود نہیں کرنا چاہئے بلکہ ایک ہی وقت میں خدا ہر مذہب

کے ساتھ ہوتا ہے۔ نائٹر عقیدے کے اعتبار سے عیسائی تھا تاہم یہ بدھ مذہب سے بہت متاثر تھا۔ انہوں نے بدھ مذہب کو اختیار کیا لیکن دوسری طرف عیسائیت کے ساتھ بھی مربوط رہا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "Without Buddha I Could Not be Christian" میں لکھتے ہیں۔

> For Christians, God cannot be only one, simply because, as the Cliché has it, it takes two to Tango and to relate. Therefore, although there is only one God, this one God must be more than one. This is what Christians experienced and learned about God from Jesus. True, He certainly did not teach them the doctrine of the Trinity, but from the reflecting on the impact he had on their lives, his followers eventually came to see God as there- Three energies, movements, "Persons" relating with each other; "Father, Son and Holy Ghost; or Parent, Child, Spirit.[8]

انہوں نے دینی تکثیریت کی اصطلاح کو اپنی پوری کتاب میں کہیں بھی استعمال نہیں کیا ہے تاہم ان کا نظریہ ہے کہ مذہبی آزادی یعنی نجات کے لئے کسی ایک مذہب کا پابند ہونا لازمی نہیں ہے بلکہ ایک انسان ایک ہی وقت میں متعدد مذاہب کے حقانیت کو تسلیم کر سکتا ہے۔ یہ نظریہ بھی جان ہیک کے نظریے سے زیادہ مختلف اس لئے نہیں ہے کہ ان کے نظریے کے تحت بھی نجات دہندہ کسی ایک مذہب کو قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ پال نائٹر کے بعد اس نظریے کو بھارت کے مشہور فلسفی ردھا کرشنن نے اس کو ترویج دینے میں کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے متعدد کتب تحریر کی جس میں سے متاثر کن کتاب Universal Spiritual Brotherhood تھی۔ اس کتاب کے مطابق انسان اپنی روحانی اور اخلاقی معیار و مقدار کو بہتر کر کے نجات حاصل کرنے کا قابل بن سکتا ہے چاہئے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہی کیوں نہ ہو۔ بہر حال دینی تکثیریت کی اس جدید تعبیر کے قائلین کی تعداد دورِ حاضر میں بہت زیادہ ہے۔ اگر مسلم اسکالرز کی بات کریں تو دورِ جدید میں ایرانی فلسفی ڈاکٹر عبد الکریم سروش نے اپنی مشہور کتاب "اخلاق خدایان" میں اس نظریہ کو آگے بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ بعد کے مسلم اسکالرز میں متعدد نے دینی تکثیریت کی اس جدید تعبیر کے قائل ہوئے جس سے یہ اسلامی علوم میں بھی ایک مذہبی اصطلاح کے طور پر مستعمل ہونے لگی۔ تاہم اس نظریہ کی اختراع کے وجوہات اور اسباب کیا ہیں اس پر ایک سیر حاصل تحقیق کی ضرورت ہے تاہم اگر دینی تکثیریت کے اس مخصوص نظریے (تمام مذاہب مبنی بر حق ہے) کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ نظریہ کب اور کیسے وجود میں آیا اس کے پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ نظریہ درحقیقت مذہبی حدبندیوں اور انحصاری سوچ (Exclusivism) کے ردو بدل کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ انحصاریت ایک ایسا تصور پیش کرتی ہے جس کے مطابق صرف ایک مذہب ہی نجات کا حقیقی راستہ فراہم کرتا ہے جبکہ دیگر تمام مذاہب کو باطل اور گمراہ کن قرار دیا جاتا ہے۔ اس سخت گیر انحصاری نظریہ کے ردعمل میں یہ نظریہ سامنے آیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مذہبی تنوع کو تسلیم کیا جائے اور تمام مذاہب کو مساوی طور پر قدر و منزلت دی جائے۔ جان ہیک اور دیگر دینی تکثیریت پسند کے نزدیک تمام مذاہب ایک ہی حقیقت مطلقہ (Ultimate Reality) کی طرف ہی گامزن ہے۔ یہ تصور اس بات پر زور دیتا ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکار اپنے عقائد کے مطابق نجات اور ہدایت کے راستے پر گامزن ہو سکتے ہیں اور کسی ایک مذہب کو برتر یا واحد حق قرار دینے کی بجائے تمام مذاہب کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی اور احترام کے تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ ویسے تو انحصاری نظریہ دنیا کے ہر مذہب میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کا ہر مذہب اپنے آپ کو درست اور مبنی بر حق قرار دیتا ہے۔ اپنے آپ کو مبنی بر حق قرار دینا کسی مذہب کے لیے معیوب نہیں ہے لیکن اگلے مرحلے میں اہلِ مذہب یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ان کا مذہب ہی مبنی بر حق ہے جبکہ دنیا کے باقی تمام مذاہب باطل اور گمراہ ہیں۔ یہ انحصاری نظریے کا وہ بنیادی نکتہ ہے جس سے معاشرے میں مذہبی تصادم اور ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ اس مذہبی ٹکراؤ کے سدباب کے لیے بعض ماہرین مذہب نے دینی تکثیریت کا نظریہ پیش کیا ہے جس کے مطابق کسی ایک مذہب کو مبنی بر حق قرار نہ دیا جائے بلکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ہر مذہب مبنی بر حق ہے۔ یوں یہ اصطلاح اپنے ایک منفرد اور وسیع مفہوم کے ساتھ دینی نظریات میں مروج ہونے لگی۔

وحدتِ ادیان کا تصور اور دینی تکثیریت

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ دینی تکثیریت کا کوئی ایک مخصوص اور معین نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ اس دینی تکثیریت کے مختلف مفاہیم ہیں اور ہر مفہوم کی ایک الگ تعبیر و تشریح موجود ہے۔ تاہم مقالہ ہذا کا محور دینی تکثیریت کی جدید تعبیر پر ہے جس کے مطابق ہر مذہب حق و سچ پر مبنی ہے کسی ایک مذہب کو حق و سچ کا مصداق قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ دینی تکثیریت کے قدیم نظریات میں سے ایک نظریہ ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والے مشترکہ نظریات کو معین کرتے تھے اور ان مشترکہ نظریات کو ذریعہ اتحاد قرار دیا جاتا تھا جبکہ اختلافی نقاط کو ذریعہ نزاع نہیں بناتے تھے۔ اس سے ملتا جلتا اسلامی تعلیمات میں ایک نظریہ پایا جاتا ہے جس کو "وحدت الادیان" کہا جاتا ہے۔ وحدت الادیان کی اصطلاح براہ راست قرآن واحادیث میں نہیں آئی ہے تاہم مختلف آیات و احادیث سے اس مفہوم کو اخذ کیا گیا ہے۔ وحدت الادیان کی اصطلاح سے دینی تکثیریت

کی جدید تعبیر کی تائید نہیں ہوتی ہے درحالانکہ دور جدید کے دینی تکثیریت کے قائلین اس سے مراد یہی لیتے ہیں کہ تمام مذاہب مبنی برحق ہیں۔

دینی تکثیریت کی طرح وحدت الادیان کی وہ تعبیر جو بعض صوفیاء اور دینی تکثیریت پسند کرتے ہیں لیکن ان کی بات اسی لئے درست نہیں ہے کہ اس جدید تعبیر و تشریح کی تائید میں قرآن اور بائبل کی کوئی ایک آیت بھی ہمیں نہیں ملتی۔ البتہ انسانی تکریم، مذاہب کی تکریم، مکالمہ بین المذاہب، صبر و تحمل جیسے موضوعات کی تائید دونوں الہامی کتب کرتی ہیں لیکن اس سے مراد دیگر تمام مذاہب کی حقانت کو تسلیم کرنا نہیں ہے۔ تاہم قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی ہیں جو سابقہ انبیاء کی شریعتوں اور تعلیمات کی تائید کرتی ہیں۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن اور بائبل کی تعلیمات میں وحدت الادیان سے مراد یہی ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک تھا جس کی تبلیغ و ترویج کے لئے انبیاء ماسبق مبعوث بہ رسالت ہوئے ہیں۔ قرآن مجید نے کلمہ سواء (اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا)[9] کی بنیاد پر سابقہ ادیان الٰہیہ کو دعوت وحدت دی ہے۔ اسی دعوت وحدت کو عرف عام میں وحدت الادیان کا نام دیا گیا ہے۔ وحدت الادیان کی اس تعبیر کو سمجھنے لئے کچھ قرآنی آیات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ وحدت الادیان کا مفہوم سے مراد مختلف ادیان کی تائید نہیں بلکہ ادیان الٰہی کی تائید ہے۔

مفہوم اول: قرآنی آیات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید نے سابقہ انبیاء کی تعلیمات کو بہت شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے۔

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ"[10]

(ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب بھیجی جو اس سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس پر نگہبان ہے۔)

یہ آیت اس بات کو بڑی وضاحت سے بیان کرتی ہے کہ اسلام سابقہ الہامی کتب جیسے تورات اور انجیل کی تعلیمات کو تسلیم کرتا ہے اور ان میں موجود اصولوں کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ ان کتب کی تعلیمات کا بنیادی مقصد انسانیت کی فلاح و بہبود ہے۔ یہی وہ عمومی نظریہ ہے جس کی وجہ سے دین اسلام نے دیگر الہامی مذاہب کی تعلیمات کو بھی عزت و احترام کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ یوں الہامی مذاہب کے وجود کو مبنی برحق تسلیم کرنا ہے جس سے الہامی مذاہب کے مابین دینی تکثیریت کی بہت حد تک تائید ہوتی ہے۔

مفہوم دوم: قرآنی وحدت الادیان کا ایک مفہوم یہ ہے کہ پوری انسانیت فطری اور منطقی طور پر ایک ہی مذہب کے ماننے والے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيم[11]

یہ آیت اس بات کی واضح تائید کرتی ہے کہ انسانیت ابتدائی طور پر ایک ہی دین میں قائم تھی جو توحید الٰہی پر مبنی تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انسانیت کے درمیان مختلف اختلافات پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا تا کہ ان اختلافات کو ختم کر کے انسانیت کو پھر سے اسی واحد توحید کے عقیدے کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اور سابقہ الہامی مذاہب کے درمیان بنیادی اشتراک توحید باری تعالیٰ ہے کیونکہ تمام الہامی مذاہب میں اللہ کی واحدیت کا عقیدہ اور توحید کا اصول ایک مشترکہ بنیاد ہے۔ یہ نظریہ بھی وحدت الادیان کا ایک بہترین اصول فراہم کرتا ہے۔

مفہوم سوم: اسلامی تعلیمات میں وحدت الادیان کا ایک مفہوم دیگر مذاہب کا احترام پر مبنی ہے۔ چونکہ ہر شخص کو اس کا اپنا مذہب اس کے لئے پیارا ہوتا ہے اس لئے کسی بھی مذہب کی توہین اور تذلیل اس کے ماننے والوں کی تذلیل و توہین بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے دوسروں کے مذاہب کا احترام کا حکم دیا ہے۔

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔"[12]

(اور جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، تم ان کو برا نہ کہو کہ وہ اللہ کو برا کہنے میں حد سے نہ بڑھ جائیں اور ہم نے ہر امت کے لیے عمل کرنے کا ایک طریقہ مقرر کر رکھا ہے پس تم اپنے رب کی طرف دعوت دو، بے شک تم سیدھی ہدایت پر ہو۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ دوسرے مذہبی گروپوں کو ان کے عبادت کے طریقوں اور ان کے معبودوں کو برا نہ کہیں تا کہ وہ بھی اللہ کو برا نہ کہیں۔ یہاں پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہر امت کو اپنی مخصوص عبادت کے طریقے دیے گئے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دینے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اس آیت کے ذریعے بین المذاہب مکالمہ اور برداشت کی اہمیت بھی واضح کی گئی ہے نیز وحدت الادیان کا ایک بہترین نمونہ بھی ہے۔

مفہوم چہارم: عقیدہ توحید کو سامنے رکھتے ہوئے، اللہ کے رسول ﷺ نے اہل کتاب کو اسی اصول پر متحد کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ اسلام اور عیسائیت میں بعض عقائد میں اختلافات رکھتے ہیں جیسے کہ عیسی علیہ السلام کی خدائی اور صلیب کے حوالے سے، مگر اللہ کے رسول ﷺ نے ان اختلافات کو لڑائی یا تنازعہ کا سبب نہیں بنایا۔ بلکہ انہوں نے انہیں ایک موقع سمجھا تا کہ اہل کتاب کو ایک مشترکہ نقطے پر جمع کیا جا سکے اور توحید باری تعالیٰ کے اصول پر ان کے درمیان اتفاق قائم کیا جا سکے۔ اسی مقصد کے لئے آپ ﷺ نے نجرانیوں کے ساتھ متعدد معاہدے کئے ہیں۔ ان معاہدوں میں سے اہم اور مشہور معاہد اہل نجران کے ساتھ ہوا تھا جس کو "معاہدہ نجران"[13] سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی

طرح عیسائیت جب مسلمانوں نے "حبشہ کی طرف ہجرت"[14] کی تھی تو عیسائیوں نے مسلمانوں کو پناہ دی تھی اور مسلمانوں کے مدعا کو قبول کیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اگر عیسائیت اور اسلام کے مابین مذہبی تعلقات کی بات کی جائے تو قرآن مجید نے مذہبی طور پر عیسائیوں کو مسلمانوں کے قریب ترین دوست قرار دیا ہے۔

"لوَلَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُواۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔"[15]

(یہ تم ضرور دیکھو گے کہ ایمان لانے والوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دوستی میں قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کو مسلمانوں کے لیے سب سے قریب ترین دوست مذہب قرار دیا ہے۔ یہ آیت ہمیں یہ بھی سکھاتی ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ تعلقات میں نرمی اور محبت کا رویہ اپنانا چاہیے، کیونکہ ان میں حق کو قبول کرنے اور امن کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

تاہم اسلام کی آفاقیت میں مسلمانوں کے درمیان مسالک کے اختلافات اور فقہی تنوع کی وجہ سے متعدد اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔ نیز دینی تکثیریت پسند کا یہ بھی کہنا ہے کہ جس طرح سے دین اسلام میں فقہی اختلافات اور فقہی فرقے ہیں اور ان فرقوں میں سے کسی ایک کو ہی نجات بعد الممات کا ذریعہ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے اسی طرح الہامی مذاہب کے مختلف شکلوں اور مظاہروں میں سے کسی ایک کو ہی نجات بعد الممات کا مصداق قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

احکام دین میں اختلافات اور دینی تکثیریت

اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ دیگر مذاہب کی طرح اسلام اور عیسائیت کے دینی احکامات میں بہت اختلافات اور تنوع پایا جاتا ہے۔ دینی تکثیریت پسند نقطہ نظر یہ سمجھتا ہے کہ یہ اختلافات صرف مذاہب کے درمیان مختلف عقائد اور اعمال کا نتیجہ نہیں ہیں، بلکہ یہ دینی تنوع کا ایک حصہ ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ رہتے ہوئے مذہبی آزادی اور برداشت کے اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ پلورالزم کے مطابق ہر مذہب کے اپنے اصول اور احکام ہیں اور ان میں پائے جانے والے اختلافات ایک نوعیت کا مذہبی تنوع (Religious Diversity) ہے۔ دینی تکثیریت کی تائید میں الہامی مذاہب کے درمیان احکامات میں تنوع اور تفریق کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ دین کے احکامات تنوع اور افراط و تفریط کا مطلب اصل دین میں اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ دین کی اصل حقیقت اعتقادی نظریات میں ہوتی ہے نہ کہ احکام و اعمال میں۔ احکام و اعمال میں تنوع کا پایا جانا فطری ہے۔ تمام انبیاء کے اعتقادی نظریات میں کوئی اختلاف نہیں تھا، لیکن وقت کی ضرورت کے مطابق دین کے احکام و اعمال میں فرق پایا جاتا تھا، جسے شریعت یا منہج دین کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ مرتضیٰ مطہری نے اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے۔

"تفاوت شرایع آسمانی یکی در یک سلسلہ مسائل فرعی و شاخہ ای بودہ کہ بر حسب مقتضیات زمان و خصوصیات محیط و ویژگی ھای مرامی کہ دعوت می شدہ اند، متفاوت می شدہ است و ھمہ شکل ھای بودی است، و دیگر در سطح تعلیمات بودہ کہ پیامبران بعدی بہ مرازات تماکل بشر، در سطح بالاتر تعلیمات بودہ خویش را کہ ھمہ در یک زمینہ بودہ القا کردہ اند، این تکامل دین است نہ اختلاف دین، قرآن ھر گز کلمہ "دین" را بہ صورت جمع "ادیان" نیاوردہ است۔ از نظر قرآن آنچہ وجود داشتہ است دین بودہ نہ ادیان۔"[16]

(آسمانی شریعتوں میں تفاوت دو پہلوؤں میں ہوا ہے۔ ایک تو فرعی اور شاخی مسائل میں جو زمانے کے تقاضوں ماحول کی خصوصیات اور ان اقوام کی روحانی ضروریات کے مطابق بدلتی رہی ہیں جنہیں دعوت دی گئی تھی۔ یہ تمام تغیرات ظاہری اور وقتی نوعیت کے تھے۔ دوسرا فرق تعلیمات کی سطح پر تھا جس میں بعد کے انبیاء نے انسانیت کی بلوغت کے ساتھ اعلیٰ درجے کی تعلیمات پیش کیں لیکن یہ سب ایک ہی بنیادی دائرے میں تھیں۔ یہ ترقی دین کی تکمیل ہے نہ کہ دین کا اختلاف۔ قرآن نے کبھی بھی "دین" کے لفظ کو جمع یعنی "ادیان" کی صورت میں نہیں لایا۔ قرآن کے مطابق جو چیز موجود رہی ہے وہ "دین" ہے نہ کہ "ادیان)[17]

جس طرح دین اسلام کے دائرے کے اندر مسلکی و فقہی تنوع ہے لیکن سب کی اکائیت میں اختلاف نہیں ہے بالکل اسی طرح تمام الہامی مذاہب بھی ایک ہی اکائیت (توحید) پر قائم ہیں۔ حضرت آدم سے خاتم تمام انبیاء کی تعلیمات پر مشتمل نظریات و عقائد بھی ایک ہی اکائیت (توحید) پر مبنی ہے۔ اسی بنیاد پر اللہ نے فرمایا ہے کہ "وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ"[18] جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی بھی دین کو تلاش کرے گا تو وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے روز گھاٹا اٹھانے والوں میں ہو گا۔" یقیناً اسلام ایک ہی دین ہے جس کے مصادیق میں تمام انبیاء کی تعلیمات شامل ہیں۔ اس آیت میں اسلام کے لغوی مفہوم کی طرف اشارہ ہے کہ خدا پر اعتقاد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے

سامنے Surrender کرے۔ جیسے پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج کہتے ہیں۔ "اس مقام پر اسلام بمعنی سپردگی کے ہیں وہ ہر مذہب میں ہو سکتا ہے۔ وہ تمام لوگ جو اپنے مذہب کے ماننے والے ہیں وہ اپنے مذہب کے مسلم ہیں"[19] خدا نے فرمایا کہ دین صرف ایک ہے تو اس کا یہی ایک مفہوم ہے کہ تمام انبیاء کی تعلیمات اس ایک دین کے مختلف مصادیق ہیں۔ اس طرح جتنے بھی الہامی مذاہب کے پیروکار ہیں وہ دین کے اس آفاقی تصور کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔ تاہم یہ بات بھی درست ہے کہ الہامی تعلیمات میں کچھ ترامیم اور تبدیلیاں وقت کے ساتھ واقع ہو چکی ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج کہتے ہیں "مسلمانوں کو اب پوری دنیا میں ایک نئے انداز فکر اور طرز عمل کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور بالخصوص تمام مذاہب کے پیروکاروں کو اپنا دشمن سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ نیز اب مسلمانوں کو بہت واضح طور پر کافروں اور غیر مسلموں میں بھی فرق کرنا پڑے گا بلکہ شاید کہیں کہیں غیر مسلموں کو خود ان کے اپنے تناظر میں مسلمان بھی سمجھنا پڑے گا۔ واضح رہے کہ مثبت رویوں سے مثبت رویّے جنم لیتے ہیں۔[20]

قرآن اور بائبل میں تکریم انسانیت اور نظریہ انحصاریت

بائبل اور تکریم انسانیت

بائبل میں بعض آیات ایسی پائی جاتی ہیں جو تعظیم و تکریم انسانیت کے اصولوں کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ چونکہ ان آیات میں بلا تفریق ذات و مذہب انسانیت بالادستی کی طرف ہدایت ہو رہی ہے اس لئے بجا طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیات دینی تکثیریت کی منافی نہیں ہیں بلکہ دینی تکثیریت کی حمایت کرتی ہیں۔ تکریم انسانیت سے متعلق بائبل کی تمام آیات کا احاطہ کرنا مقصود کلام نہیں ہے تاہم بطور نمونہ کچھ آیات کا مقالہ ہذا میں جائزہ پیش کیا گیا ہے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ بائبل کی تعلیمات کس حد تک بلا تفریق انسانیت کی عظمت کو اجاگر کرتی ہیں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ بائبل کی تعلیمات انسانیت کی تعظیم کی ہدایات دیتی ہے۔ بائبل کی تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ تمام انسانیت کی تخلیق ایک ہی خدا کے ذریعے ہوئی ہے اور اسی بنیاد پر ہر انسان کی تکریم اور عزت بلا تفریق کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بائبل میں کہا گیا ہے کہ تمام انسان خدا کی صورت پر تخلیق کیے گئے ہیں، جیسا کہ پیدائش 1:27 میں ارشاد ہوتا ہے۔

"پس خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا، خدا کی صورت پر اُس نے اُسے پیدا کیا، نر اور مادہ اُن کو پیدا کیا۔"[21]

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ہر انسان کی تخلیق برابر اور مقدس ہے اور اسی بنیاد پر بائبل ہمیں محبت، انصاف اور احترام کے ساتھ دوسروں کے ساتھ پیش آنے کا درس دیتی ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب، قوم یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس سے ملتی جلتی بائبل کی ایک اور آیت ہے جس میں بنی نوع انسان کو اللہ کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔

"کیونکہ ہم اُسی میں جیتے، حرکت کرتے اور موجود ہیں... ہم اُس کی اولاد ہیں۔"[22]

اس سے ملتی جلتی ایک اور آیت بھی ہے جس میں بنی نوع انسان کی مساوی تخلیق کی طرف ہدایت دی گئی ہے۔

"خدا نے ایک ہی اصل سے تمام قوموں کو پیدا کیا کہ وہ تمام زمین پر بسیں۔"[23]

یہ آیت اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ تمام انسان خدا کی تخلیق کا حصہ ہیں۔ یہ نقطہ نظر دینی مکالمے کے دوران مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان اتحاد اور یکجہتی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اسی طرح تکریم انسانیت پر بائبل کی تعلیمات واضح موجود ہیں جس کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے۔

"اگر ہو سکے تو جہاں تک تمہارا بس چلے سب آدمیوں کے ساتھ میل ملاپ رکھو۔"[24]

تمام انسان کی ایک ہی طینیت ہے اور ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مذہب کی بنیاد پر اپنے کو تقسیم نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

"سو اب نہ کوئی یہودی رہا نہ یونانی، نہ کوئی غلام نہ آزاد، نہ کوئی مرد نہ عورت، کیونکہ تم سب مسیح یسوع میں ایک ہو۔"[25]

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بائبل کی تعلیمات انسانیت کی تعظیم و تکریم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ مذہب و ذات کی بنیاد پر کسی قسم کی تفریق کا قائل نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت کو بلا تفریق مساوی مقام دینے کی ہدایات دیتی ہیں۔

قرآن اور تکریم انسانیت

بائبل کی طرح قرآن مجید میں بھی متعدد ایسی آیات موجود ہیں جو تکریم و تعظیم انسانیت کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ مقالہ ہذا میں ان تمام آیات کا احاطہ کرنا مقصود نہیں تھا تاہم کچھ آیات کے زیر میں یہ باور کرنا مقصود تھا کہ انسانی تکریم پر مشتمل جو تعلیمات بائبل کی ہیں تقریباً وہی تعلیمات قرآن مجید کی بھی ہیں۔ ان تعلیمات میں اول الذکر انسانیت کی بلا تفریق تکریم و توقیر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

" وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"[26]

یہاں "بنی آدم" کا ذکر عمومی طور پر تمام انسانوں کو شامل کرتا ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب، قوم یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس آیت میں انسانیت کی عزت کی عالمگیریت واضح ہے، جس کا مطلب ہے کہ ہر انسان کی عزت و احترام ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات بہت واضح ہیں کہ پوری انسانیت کا ایک کا ایک ہی منبع و ماخذ ہے۔

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔[27]

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت 'دنیا میں' پھیلائے۔)

یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ پوری انسانیت کا ایک ہی ماخذ ہے اور پوری انسانیت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ لہٰذا ان کے درمیان تفریق اور تعصب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جس طرح بائبل نے انسانوں کو اللہ کے اولاد قرار دیا ہے تو اس کا واضح ثبوت یہی ہے کہ یہ جسمانی اولاد نہیں بلکہ روحانی طور قربت کی طرف نسبت ہے۔ اسی طرح اسلامی روایات میں یہ مفہوم موجود ہے۔ کہ

((تمام مخلوق اللہ کا کنبہ (عیال) ہے، پس اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اللہ کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔))[28]

مندرجہ بالا آیات وروایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بائبل اور قرآن دونوں بلا تفریق انسان کی قدرومنزلت اور تکریم پر زور دیتی ہیں۔

جنگ وجدال سے متعلق آیات کی وضاحت

قرآن وبائبل میں جہاں تکریم انسانیت پر متعدد آیات ہیں جس سے دینی تکثیریت کی غمازی ہوتی ہے لیکن جہاں ایک طرف متعدد آیات بلا تفریق انسانیت کی فلاح ونجات کی بات کرتی ہیں وہیں پر متعدد ایسی آیات ان دونوں میں موجود ہیں جو جنگ وجدال کی بات کرتی ہیں۔

لیکن دوسری طرف ان دونوں الہامی کتب میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جو دیگر مذاہب اور نظریات رکھنے والے لوگوں کے ساتھ جنگ وجدال کی اجازت دیتی ہیں۔ خصوصاً حالتِ جنگ میں قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ دورِ حاضر میں یہی آیات بعض لوگوں کے لیے الہامی کتب کی تعلیمات سے دوری یا ان سے متنفر ہونے کا سبب بن رہی ہیں۔ بائبل میں اس موضوع سے متعلق کئی آیات موجود ہیں جو اس تاثر کو مزید تقویت دیتی ہیں۔

"لیکن ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھے دیتا ہے، کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچانا۔ بلکہ ان کو بالکل نابود کر دینا: حتی، اموری، کنعانی، فرزّی، حوی اور یبوسی کو جیسا کہ خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا۔[29] نہ صرف بائبل کی دیگر متعدد آیات بھی اسی طرح کی ہدایات دیتی ہیں۔

"یسوع نے کہا جو میری مخالفت کرے اسے اپنی تلوار سے ہلاک کرو۔"[30]

دورحاضر میں بائبل کی آیات کے حوالے سے مفسرین کی اکثریت نے جنگ وجدال کی تشریح کرتے ہوئے انہیں روحانی جنگ کے مفہوم میں لیا ہے لیکن تاریخی شواہد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان آیات کو بائبل کے آفاقی نظریات پر ایک متنازع پہلو کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ ماضی میں بعض گروہوں نے ان آیات کی تشریحات کو عسکری مقاصد کے لیے استعمال کیا چاہے وہ صلیبی جنگیں ہوں یا نوآبادیاتی دور۔ ان آیات کو تشدد اور جنگ وجدال کے حق میں دلیل کے طور پر پیش کیا گیا۔ آج کے دور میں ضروری ہے کہ ان آیات کو ان کے اصل سیاق وسباق میں سمجھا جائے اور ان کی درست تشریح کی جائے، تاکہ بائبل کے آفاقی نظریات کا حقیقی پیغام دنیا کے سامنے واضح طور پر پیش کیا جاسکے۔

بائبل کی طرح قرآن مجید میں کی آٹھ سورتوں[31] میں قتال کو حکم بہت شدومد سے پیش کیا گیا ہے۔ مرورزمانے کے ساتھ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے دونوں مذاہب کے متعدد جنگی (جہادی) گروہ سامنے آتے رہے ہیں جو فساد فی الارض کے سبب بنے ہیں۔ ان آیات کے تناظر میں انسانوں کا استحصال ہوتا رہا ہے۔ درحالانکہ دونوں کتب کی ان آیات کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ تر دفاعی نوعیت کی جنگ میں قتال کو جائز قرار دیا گیا ہے یا فتنہ کی سرکوبی کے لئے یا جنگ کی معاہدات کی خلاف ورزی کے ضمن میں قتال کا حکم موجود ہے۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جنگی معاہدات کون کر سکتا ہے۔ ظلم وجور اور فتنے کی سرکوبی کی بنیادی ذمہ داری کس کی ہے۔ لہٰذا مختلف نوعیتوں میں قتال کی اجازت صرف حکومت کے پاس ہے کسی گروہ یا خود ساختہ جہادی گروپ کے لئے قتال کرنے کی قطعا اجازت نہیں۔ ان آیات کا مطلقا مصداق حکومت (چاہئے کسی طرز کی بھی ہو) پر ہوتا ہے۔ قتال کے سلسلے میں جتنی بھی آیات ہے اس کی فقہی تشریحات بھی ضروری ہے تاکہ حکومت کو قانون سازی میں آسانی ہو۔ کیونکہ قتال کے حکم صرف جنگ تک محدود نہیں ہے بلکہ فساد فی الارض، زنا، قتل عمد وغیرہ میں بھی قرآن وبائبل کی تعلیمات میں قتل کے احکامات موجود ہیں۔ جیسے کہ بائبل میں ارشاد ہوتا ہے۔

"جو مرد اور عورت زنا کریں، وہ دونوں مار ڈالے جائیں۔"[32]

بعض شارحین نے اس آیت کی تطبیق میں رحم اور معافی کا عنصر نکالا ہے۔

"اور فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسی بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا۔ اے استاد یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی تھی۔ توریت میں موسی نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے۔ انہوں نے اسے آزمانے کے لئے یہ کہا تاکہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبق نکالے مگر یہ یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا۔ جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس پر پتھر مارے اور پھر جھک کر زمین پر انگلی سے لکھنے لگا۔ وہ یہ سن کر بڑوں سے لے چھوٹوں تک ایک ایک کر نکل گئے اور یسوع اکیلا رہ گیا اور عورت وہیں بیچ میں رہ گئی۔ یسوع نے سیدھے اس سے کہ اے عورت یہ لوگ کہاں گئے کیا کسی نے تجھ پر حکم (رجم) نہیں لگایا اس نے کہا اے خداوند کسی نے نہیں۔ یسوع نے کہا میں بھی تجھ پر حکم نہیں لگاتا۔ جا پھر (آئندہ) گناہ نہ کرنا"[33]

اس واقعے سے یہ بات واضح ہے کہ زنا پر قتل کی سزا کا بنیادی حکم اپنی جگہ برقرار رہتا ہے لیکن اس سزا کو نافذ کرنے کا اختیار ہر عام شخص یا کسی بھی فرد کے پاس نہیں۔ اس کے لیے ایک مستند اور قانونی نظام کی ضرورت ہے جو شرعی اصولوں کے تحت فیصلہ کرے۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات میں زنا کرنے والے کو سزا دینے کے حوالے سے سخت شرائط رکھے ہیں۔ اگر یہ شرائط پوری ہو جائے تو پھر زانی وزانیہ کو کوڑے، رجم یا قتل[34] کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ البتہ ان سزاؤں پر عملداری کرنے کا اختیار صرف حکومت کے پاس ہے کوئی بھی انفرادی یا اجتماعی طور پر ان سزاؤں پر عملداری کرانے کا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ حیات نبوی ﷺ میں کسی فرد واحد کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کسی کو اپنے طور پر سزا دے دیں۔ یہاں تک خلفائے راشدین کی دور میں حکومت سے ماوراء ہو کر کوئی شخص اپنے طور پر ان سزاؤں پر عملدرآمد کرتا تھا تو اس شخص کی حوصلہ شکنی کی جاتی تھی۔ حضرت عمر کے دور حکومت نے ایک شخص نے اپنے طور پر کسی پر حد جاری کی تو حضرت عمر نے اس شخص کے بارے میں سخت غم وغصہ کا اظہار کیا اور فرمایا۔

"اگر میں اسے قتل کروں تو میں حق پر ہوں لیکن فی الحال اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔"[35]

اس سے نتیجہ قطعی یہی اخذ ہوتا ہے کہ سزاؤں پر عملداری کا کلی اختیار حکومت کے پاس ہے کوئی شخص انفرادی طور پر یا کوئی گروہ، تنظیم، سپاہ یا لشکر کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بائبل اور قرآن میں قتال پر مبنی آیات کی تشریحات کی عملداری کو

حکومت تک منحصر اور محدود نہیں کیا جاتا ہے تب تک ان آیات کی عملداری کے لئے انفرادی گروہی انداز میں ہوتی رہیں گی جس سے مذاہب کے درمیان ٹکراؤں رہے گا جس سے سماج میں دینی ہم آہنگی کے بجائے دینی تناؤں کی صورتیں پیدا ہوتی رہیں گی۔

انحصاری نظریہ

مذہبی نظریہ انحصاریت (Religious Exclusivism) کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مخصوص مذہب کو حقیقت کی واحد درست تعبیر اور انسانوں کے لئے نجات کا واحد ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق اسی ایک مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والے کے لئے نجات بعد الممات ممکن نہیں ہے۔ نظریہ انحصاریت درحقیقت کسی ایک مذہب ہی کو سچ اور حق قرار دے کر دیگر مذاہب کی کلی نفی کرنا ہے۔

طول تاریخ میں یہی وہ نظریہ ہے جس نے دینی ہم آہنگی اور آزادی سب سے زیادہ نقصان دیا ہے۔ انحصاریت پر مشتمل قرآن اور بائبل کی بعض آیات کی ایسی تشریحات موجود ہیں جنہوں نے انسانی قتل، نجات، اور دینی عقائد کے حوالے سے مختلف مذاہب کے درمیان تقسیم اور تناؤ کو بڑھایا ہے۔ ان تفاسیر میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ نجات حاصل کرنے کے لیے کسی ایک مخصوص مذہب کو قبول کرنا لازمی ہے۔ اس قسم کی تشریحات کے ذریعے عیسائیت اور اسلام کے پیروکاروں میں یہ تصور پیدا ہوا کہ نجات مطلقہ صرف ان کے اپنے مذہب پر ایمان لانے سے ممکن ہے۔

عیسائیت اور اسلام کے ماننے والوں نے اپنے اپنے مذہب کو نجات بعد اللمات کے حوالے سے مطلقا مبنی برحق قرار دیا ہے۔ اگر عیسائیت کی بات کی جائی تو بائبل کی بعض آیات کی تشریح میں ان کا یہی نظریہ تھا کہ عیسائیت کے عقائد اور احکامات ہی مکمل سچ اور حق پر مبنی ہیں یہی عقائد اور احکامات انسان کے لئے نجات بعد الممات کے باعث ہیں دیگر مذاہب اور ان کے عقائد و احکامات سچ و حق پر مبنی نہیں اور نہ ان پر عمل کرنے والوں کے لئے نجات بعد الممات ہے۔ لیکن جان نے دینی تکثیریت کی ایک نئی منہج کے ذریعے عیسائیوں کے نظریہ انحصاریت اور مجسمہ حقیقت(Incarnational Truth) کی نفی کی ۔ مجسمہ حقیقت کے بجائے حقیقت مطلقہ کا نظریہ پیش کیا جس کے مطابق عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیؑ مجسمہ حقیقت ہے کی نفی کرتے ہوئے جس کو Christocentric نظریہ بھی کہا جاتا ہے۔ جان ہیک نے اس نظریہ کو غیر منطقی قرار دے کر اس کی نفی کی۔ اس کے بجائے Reality centric کا نظریہ پیش کیا۔ جس کے مطابق تمام الہامی مذاہب سب کے سب متلاشی حق ہیں اور سب مطلقہ حقیقت کی طرف گامزن ہے۔ جان ہیک کی اس منہج نے مذاہب کے درمیان دینی ہم آہنگی اور بقائے باہمی کی مضبوط راہیں پیدا کی۔

عیسائیت کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ دینی تنوع (دینی پلورالزم) کا نظریہ درحقیقت انحصاریت (Exclusivism) کے تصور کے ردِ عمل میں وجود میں آیا۔ یہ انحصاریت اسلام اور عیسائیت دونوں میں مختلف انداز سے پائی جاتی ہے۔ دونوں مذاہب کے ماننے والوں میں عمومی طور پر یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ ان کے مذہب کی تعلیمات ہی واحد راستہ ہیں جو انسان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جا سکتی ہیں اور نجات کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اس انحصاریت کا بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ نجات ایک مخصوص مذہب کے دائرے میں محدود ہے اور باقی تمام مذاہب کے پیروکار گمراہ ہیں اور آخرت میں سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ بائبل کی بعض آیات ایسی ہیں۔

> ''یسوع نے اس سے کہا، میں راہ ہوں اور سچائی اور زندگی ہوں؛ کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔''[36]

اس آیت یا اس سے ملتی جلتی آیات کی تشریح میں بعض عیسائی رہبانیت کے پردے میں اسلام کو ایک خود ساختہ مذہب قرار دے کر نجات کا واحد ذریعہ عیسائیت کو ٹھہراتے ہیں۔ اس نظریہ انحصاریت کے باعث مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے بجائے عداوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن و بائبل میں جو آیات انحصاریت کو بیان کرتی ہیں تو اس انحصاریت کا تعلق ان دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے لئے ہے نہ کہ دیگر مذاہب کو ماننے والوں پر اس کا حکم صادق آتا ہے۔ دوسری طرف قرآن و بائبل میں متعدد ایسی آیات موجود ہیں جو نجات کے لئے اس انحصاریت کے بجائے انسانیت کی فلاح کی بات کرتی ہیں۔ بائبل میں سینکڑوں ایسی آیات موجود ہیں جس میں بلا تفریق انسانیت سے پیار و محبت کا درس دیتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مانند بائبل نے بھی بلا تفریق ہمسائیوں کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔ Love your neighbor as yourself.[37] بائبل کی تعلیمات مختلف مذاہب اور پس منظر کے افراد کے درمیان بقائے باہمی اور افہام و تفہیم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں جو ایک پرامن معاشرے کی تشکیل کے لیے بنیادی عنصر ہے۔ بائبل لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت، احترام اور سمجھ بوجھ کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے، جس سے مختلف کمیونٹیز کے درمیان ہم آہنگی اور امن کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر فرد کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق بلا کسی روک ٹوک کے حاصل ہونا چاہیے اور اس حوالے سے قرآن اور بائبل کی تعلیمات میں کوئی بڑی تفریق نہیں پائی جاتی۔ دونوں کتابوں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ تبلیغ کے عمل میں دوسروں کی عزت نفس کا احترام ضروری ہے۔

جب کسی کو اپنے عقائد کی طرف دعوت دی جائے تو ان کی شخصیت یا عقائد کی توہین نہیں ہونی چاہیے۔ بائبل میں بھی یہ بات واضح کی گئی ہے کہ لوگوں کو ان کے مذہب کی طرف بلانے کے دوران ان کے حقوق اور عزت کا احترام کرنا ضروری ہے۔ یہ بات سمجھنا اہم ہے کہ تبلیغ کا مقصد لوگوں کو جبر کے ذریعے اپنے مذہب میں شامل کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں محبت اور تفہیم کے ساتھ دعوت دینا ہے۔

> ''بلکہ اپنے دلوں میں مسیح کو خداوند جان کر مقدس سمجھو اور جو کوئی تم سے تمہاری امید کی وجہ دریافت کرے، اسے جواب دینے کے لیے ہر وقت تیار رہو، مگر نرمی اور احترام کے ساتھ۔''[38]

عیسائیوں کو دوسروں کے ساتھ احترام سے بات کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنے عقائد کو دوسروں کے تک پہنچانے کے لئے نرمی اور حکمت سے پیش آنے کا حکم ہے۔

عیسائیت کی طرح اہل اسلام نے بھی مذہب اسلام کا انحصاری نظریہ کو شدومد پیش کیا اور

دور حاضر میں بھی یہ نظریہ بہت شدت کے ساتھ پیش کیا جاتا جس کے صرف اسلام ہی نجات بعد الممات کا باعث ہے دیگر تمام الہامی مذاہب کے ماننے والوں کے لئے نجات بعد الممات کے راستے مسدود ہیں۔ یوں سمجھے کہ اکثر علماء اسلام اور مفسرین قرآن کا یہی کہنا ہے کہ دنیا کی آبادی کی اکثریت اہل جہنم قرار پاتی ہے کیونکہ وہ داخل اسلام نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید نے سورہ الواقعہ میں جنت و جہنم کے ذکر میں دنیا کی اکثر آبادی کو اہل جنت قرار دیا ہے۔[39] یہ ایک واضح تضاد ہے کہ قرآن انسانوں کی اکثریت کو اہل جنت قرار دے دیں جبکہ اہل اسلام انسانوں کی اکثریت کو اہل جہنم قرار دے دیں۔ اس لیے مسلمانوں کو اسلام کی آفاقیت کو از سر نو بیان کرنا ہو گا۔

تاہم اسلام کی حقانیت سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام تمام الہامی مذاہب کا آخری الہامی مذہب ہے نیز یہ ایک آفاقی اور عالمگیر دین ہے۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی آفاقیت کو اجاگر کیا جائے اور نظریہ انحصاریت کی بنیاد پر دیگر مذاہب کو باطل اور گمراہ مذاہب کے نظریات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے تاکہ دور حاضر میں بقائے باہمی کا ایک نئے سفر کا آغاز کیا جاسکے۔ بعض مسلم اسکالرز کا نظریہ ہے کہ اسلام میں انحصاریت کا نظریہ پایا جاتا ہے جس کا مصداق اہل اسلام ہیں تاہم اس نظریہ سے دوسرے الہامی مذاہب کی کلی نفی نہیں ہوتی ہے۔ آج کا دور گلوبلائزیشن کا دور ہے جس میں تمام مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان فاصلے محدود ہو گئے ہیں مختلف مذاہب کے لوگ ایک معاشرے میں مل جل کر رہتے ہیں۔ اس دور میں ایک نیا نظریہ جنم لے رہا ہے اور غیر محسوس انداز میں یہ نظریہ بھی معاشرے میں سرایت کر تا ہے جس کو دینی شمولیت پسندی(Religious Inclusivism) کہا جاتا ہے۔ اس نظریہ کو پہلی مرتبہ کال راہنر نے[40] بیسوی صدی کے اواخر میں پیش کیا تھا۔ کال راہنر سے قبل انیسوی صدی کے وسط میں مشہور فلسفی رام موہن رائے نے یہ نظریہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے ہندو مذہب میں نمایاں اصلاحات کے لئے ایک تحریک چلائی تھی جس کو برھمو تحریک بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ مخصوص مذہبی رسومات، عبادات سے باہر آنے کی ضرورت ہے اور ایک خاص توحیدی عقیدے کا اختیار کرنا لازمی ہے تاکہ دیگر مذاہب کی شمولیت بھی اس میں ہو سکے۔ یوں انہوں نے مذہبی انحصاریت (Exclusivism Religious) کے بجائے مذہبی شمولیت پسندی(Inclusivism Religious) پر زور دیا بعد ازاں رابندر ناتھ ٹیگور نے اس نظریہ کو مزید تقویت دی۔ اس نظریہ کے مطابق کسی ایک الہامی مذہب کو مرکزیت حاصل ہے تاہم دیگر مذاہب میں بھی روحانی و دینی راہنمائی کے بعض حقیقی اصول موجود ہیں۔ اس لیے دیگر الہامی مذاہب کی کلی نفی نہیں ہو سکتی ہے۔ انسانی اقدار سے متعلق غلط و صحیح کے فطری نظریات تو دنیا کے ہر مذہب میں ہیں تاہم دینی شمولیت پسندی کا مفہوم یہ ہے کہ فطری اصولوں کے علاوہ بھی ایسے دینی عقائد و احکامات ہیں جو جزوئی طور پر دیگر الہامی مذاہب میں بھی پائے جاتے ہیں جو حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں یہ نظریہ بہت زیادہ تیزی کے ساتھ اپنے جڑوں کو مستحکم کر رہا ہے۔ تاہم دینی انحصاریت اور دینی تکثیریت کے نظریات دونوں اس نظریہ کی نفی کرتے ہیں۔ کسی بھی مذہب کی صحت اس کے کلی اصولوں پر ہو تا ہے اور اگر ان کلی اصولوں میں ضعف ہو یا کوئی ایک بھی کلی اصول غلط ہو تو پھر وہ مذہب کلی طور پر درست اور مبنی بر حق مذہب کا مصداق نہیں بن سکتا ہے۔ نیز دینی تکثیریت ادیان کی جزیات پر نہیں بلکہ مذاہب الہامی کے ہدف و مقصدیت پر بحث کرتا ہے۔ جس کے مطابق مذاہب کی جزئیات اور تفریقات ایک اکائی کے مختلف مظاہر ہیں اس لئے کسی ایک الہامی مذہب کو درست اور دیگر کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اس لئے الہامی مذاہب بالخصوص بائبل اور قرآن کی تعلیمات میں دینی شمولیت پسندی کی کوئی تائید نہیں ملتی ہے۔ البتہ دیگر مذاہب کے عقائد اور ان کے احکامات کی توہین اور تحقیر کی اجازت نہیں یوں دونوں الہامی کتب دینی ہم آہنگی کی حمایت کرتی ہیں تاکہ مذہبی تنوع (Religious Diversity) میں بقائے باہمی سے زندگی گزاری جاسکے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآنی آیات کے تناظر میں یہ بات واضح ہے کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور اسلام کے ماننے والوں کے لئے کسی اور مذہب پر عمل پیرا ہونے پر نجات بعد الممات ہے تاہم اسلام کے آفاقی اصولوں کے مطابق تمام الہامی مذاہب کے ماننے والے اپنے مذاہب پر عمل پیرا ہیں بالخصوص بائبل کے ماننے والوں کو اہل جہنم اور گمراہ قرار نہیں دیتا ہے۔

"قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔"[41]

یہ آیت واضح طور پر یہ بیان کرتی ہے کہ مسلمانوں کا ایمان صرف نبی کریم ﷺ پر ہی نہیں بلکہ تمام سابقہ انبیاء اور ان پر نازل کی گئی تعلیمات پر بھی ہے اور ماسبق تعلیمات کے اقرار کرنے والوں کو ہی مسلم کہا جاتا ہے۔ یوں اس طرح یہ آیت دیگر مذاہب کی حقانیت کی نفی نہیں کرتی ہے بلکہ ایک جامع اور ہم آہنگی پر مبنی تصور پیش کرتی ہے کہ تمام الہامی مذاہب کی اصل تعلیمات ایک ہی سرچشمے یعنی توحید باری تعالیٰ پر مبنی ہے۔

لہٰذا قرآن اور بائبل کی تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے علما کو اس نظریہ انحصاریت کی تفہیم جدید حاصل کرنی ہو گی اور ایسے دینی رویے اپنانے ہوں گے جو عیسائیت اور اسلام کے مابین دینی قربت اور دوستی کو فروغ دیں۔ اس طرح دنیا کے دو بڑے الہامی مذاہب کے درمیان بہتر دینی ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ مقالہ ہذا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان اور عیسائیوں کو اقلیت و اکثریت کے بنیاد پر تقسیم کرنے کے بجائے انہیں الہامی مشترکہ اقدار پر یکجا کیا جائے۔ قرآن اور سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات کے مطابق دونوں مذاہب کو ایک دوسرے کے قریبی دوست مذاہب قرار دیا جائے تو یقیناً ایک مذہبی عنوان سے امن و آشتی کا ماحول معرض وجود میں آئے گا۔

سفارشات

1. مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان قرآن اور بائبل کی مشترکہ تعلیمات پر مبنی مکالمے کو فروغ دیا جائے تاکہ دینی تکثیریت اور انسانیت کے احترام کا عملی مظاہرہ ممکن ہو۔
2. دینی مدارس، چرچز، جامعات اور تحقیقی مراکز کو ایسے ماحول فراہم کرنے کی ضرورت ہے جہاں مذہبی موضوعات پر سوالات اٹھانے اور ان پر تحقیق کرنے کو خوش آئند سمجھا جائے۔

3. دینی تکثیریت اور انسانیت کے احترام پر مزید تحقیقی کام کیے جائیں اور اس موضوع پر کتابیں، مضامین اور تحقیقی مقالے شائع کیے جائیں۔
4. اقلیتوں کو ان کے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل آزادی دی جائے، جیسا کہ قرآن اور بائبل دونوں میں تاکید کی گئی ہے۔
5. قتال اور جنگ سے متعلق تعلیمات پر عمل درآمد کا اختیار صرف حکومت کو ہونا چاہئے اور ریاست کے اندر کسی فرد یا گروہ کو اس کا مجاز نہیں قرار دیا جانا چاہئے۔
6. آئین پاکستان میں اقلیت و اکثریت کے قوانین کو ختم کر کے دونوں مذاہب کو باہم دوست مذاہب قرار دیا جائے۔

جامعات میں شعبہ اسلامیات کے بجائے الہات کے شعبے قائم ہونے چاہئے تا کہ اسلام کے ساتھ دیگر الہامی مذاہب کو پڑھایا جائے۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1]Cambridge University Press. (n.d.). *Pluralism*. In *Cambridge Dictionary*. https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/pluralism

[2]Hick, J. (1989). *An interpretation of religion: Human responses to the transcendent* (p. 233). Yale University Press.

[3]Berlin, A. (Ed.). (2011). *The Oxford dictionary of the Jewish religion*. Oxford University Press.

[4]Radhakrishnan, S. (1927). *The Hindu view of life* (p. 28). Harper & Brothers.

[5]Harper, D. (2011). *From*. In *Online etymology dictionary*. Dictionary.com. http://dictionary.reference.com/browse/from

[6]*Fikri: Jurnal Kajian Agama, Sosial dan Budaya*, 4(2). (2019, December).

[7]Translated using ChatGPT. (2025, February 26).

[8]Knitter, P. F. (n.d.). Paul F. Knitter (b. 1939) is a prominent American theologian who has written many books. The most significant work is *Without Buddha I could not be a Christian*.

[9]Al-Qur'an. (2025). *Surah Aal-e-Imran, Ayah 64*.

[10]Al-Qur'an. (2025). *Surah Aal-e-Imran, Ayah 48*.

[11]Al-Qur'an. (2025). *Surah Al-Baqarah, Ayah 213*.

[12]Al-Qur'an. (2025). *Surah Al-An'am, Ayah 108*.

[13]Tabari, A. J. M. b. J. (1935). *Tarikh al-Rusul wa al-Muluk* (Tarikh Tabari), (Vol. 3, p. 152) (Trans. Syed Muhammad Ibrahim). Dakan: Jamia Osmania Sarkar Aali.

[14]Ibn Hisham, M. A. M. (2010). *Al-Sirah al-Nabawiyyah* (Sirat Ibn Hisham), (Vol. 1, pp. 321–325) (Trans. Maulvi Qutbuddin Ahmad). Lahore: Islami Kutub Khana.

[15]Al-Qur'an. (2025). *Surah Al-Ma'idah, Ayah 82*.

[16]Mutahhari, Murtaza. (n.d.). *Majmu'ah-yi Aathar*, (Vol. 2, p. 181). Qum: Muqaddima-i Bar-Jahani Bini.

[17]*Self-translated (*Tarjuma ba qalam khud*)*.

[18]Al-Qur'an. (2025). *Surah Aal-e-Imran, Ayah 85*.

[19]Ouj, Shakeel. (2014). *Personal interview*. Former Dean, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi.

[20]Idara al-Basirah. (2014). *Mahnama Payam*, p. 36. Islamabad: Idara al-Basirah.

[21]Bible. (2001). *Genesis 1:27*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[22]Bible. (2001). *Acts 17:28*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[23]Bible. (2001). *Acts 17:26*, p. 1171. Lahore: Pakistan Bible Society.

[24]Bible. (2001). *Romans 12:18*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[25]Bible. (2001). *Galatians 3:28*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[26]Al-Qur'an. (2025). *Surah Bani Isra'il, Ayah 70*.

[27]Al-Qur'an. (2025). *Surah Al-Nisa', Ayah 4*.

[28]Abu Dawud, S. b. Al-Ash'ath. (2007). *Sunan Abu Dawud*, Hadith No. 5130. Islamabad: Maktabah Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah.

[29]Bible. (2001). *Deuteronomy 20:16–17*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[30]Bible. (2001). *Matthew 10:34*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[31]Al-Qur'an. (2025). *Surahs: Al-Baqarah 190–193; Al-Nisa' 74–76; Al-Anfal 39; Al-Tawbah 5; Muhammad 4; Al-Ahzab 9–27; Al-Hajj 39–40; Al-Fath*.

[32]Bible. (2001). *Leviticus 20:10*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[33]Gideons International. (2019). *Injil Muqaddas ka Naya Ahd-nama aur Zaboor wa Amsaal*, p. 118. Lahore: Pakistan Bible Society.

[34]Zani o zaniyah ghair shadi shudah hon to unhein sow koron ki saza di jati hai, aur agar zani o zaniyah shadi shudah hon to phir rajm ki saza di jati hai. Koron ki saza ka zikr Qur'an Majeed ki Surah An-Nur mein hua hai, jabke rajm ki saza ka zikr Qur'an mein wazahat ke saath nahi aaya hai. Albattah baaz Ahadith-e-Nabawiyyah se yeh saza sabit hoti hai, jaise ke Sahih Bukhari ki hadees: 'Shadi shudah ke liye saza rajm hai agar woh zina kare' se rajm ka hukm diya gaya hai. Taham Qur'an Majeed mein zina ki saza ke hawale se qatl ka koi wazeh hukm maujood nahi hai. (If an unmarried man and woman commit adultery, they are to be punished with a hundred lashes, and if they are married, then the punishment is stoning to death. The punishment of lashes is mentioned in the Holy Qur'an in Surah An-Nur, whereas the punishment of stoning is not explicitly stated in the Qur'an. However, this punishment is proven by certain Prophetic Hadiths, such as the Hadith in Sahih Bukhari which says: 'The punishment for a married person who commits adultery is stoning.' Nonetheless, there is no clear command in the Qur'an prescribing death as a punishment for adultery).

[35]Malik, I. (n.d.). *Muwatta Imam Malik*, Kitab al-Hudud, Hadith No. 1561.

[36]Bible. (1611). *John 14:6 (King James Version)*.

[37]Barker, K. L. (2011). *Holy Bible, New International Version® (NIV®)*. Grand Rapids, MI: Zondervan.

[38]Bible. (2010). *Kitab-e-Muqaddas (Urdu tarjuma), 1 Peter 3:15–16*. Lahore: Pakistan Bible Society.

[39]Ibn Kathir, I. (n.d.). *Tafsir Ibn Kathir* (Vol. 7, pp. 391–393) (Urdu tarjuma: Hafiz Salahuddin Yusuf).

[40]Rahner, K. (1978). *Foundations of Christian Faith: An Introduction to the Idea of Christianity* (pp. 341–342). New York: Crossroad Publishing Company.

[41]Al-Qur'an. (2025). *Surah Al-Baqarah, Ayah 136*.